مولانا محمد اسماعیل حقانی

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ...... کچھ یادیں کچھ باتیں

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے ڈاکٹر صاحب کا نام سب سے پہلے ایک اخبار میں پڑھا تھا، جب میں ساتویں جماعت کا طالب علم تھا یہ وہ دن تھے جب ڈاکٹر صاحب جمعیت علمائے اسلام کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہے تھے، ان کے نام کے ساتھ مولانا کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر کا سابقہ دیکھ کر مجھے حیرت آمیز مسرت ہوئی کیونکہ میرے اس وقت کے اسکولی ذہن کے لئے یہ بات بہت غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی کہ کوئی عالم دین دینی علوم کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ کسی یونیورسٹی کا بھی ڈگری یافتہ ہوسکتا ہے، چونکہ جمعیت علمائے اسلام سے بچپن سے ایک تعلق خاطر ہے اس لئے ڈاکٹر صاحب سے عقیدت ومحبت کا تخم اسی وقت سے دل کی نرم زمین میں پڑ گیا اور جوں جوں وقت گزرتا گیا اور ان کے اوصاف وکمالات علم میں آتے رہے ان سے عقیدت میں ترقی ہی ہوتی رہی ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ علوم اسلامیہ کی تدریس میں گزرا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میدان میں خاصی شہرت ومقبولیت عطاء فرمائی۔

خیبر پختونخوا کے آفتاب ومہتاب

الحمدللہ خیبر پختونخوا میں علماء کی کمی نہیں ہے بڑے بڑے ماہرین فن مختلف مدارس میں داد تحقیق حاصل کررہے ہیں، لیکن اس دور اخیر میں اس خطے کے دو علماء کو خاص طور پر جو شہرت ملک اور بیرون ملک میں حاصل ہوئی وہ کم علماء کے حصے میں آئی ہوگی ان میں ایک شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان شہیدؒ اور دوسرے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ، دونوں پختونخواہ (نہ کہ خیبر پختونخوا) میں علم حدیث میں طلبہ کے لئے مرجع کی حیثیت اختیار کرگئے تھے اور بلا مبالغہ پشتون بیلٹ کے ہزاروں تشنگان علم نے ان سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو سارے مروجہ علوم وفنون پر کامل دستگاہ حاصل تھی لیکن تفسیر، حدیث اور علوم عربیت ان کے ذوق کا اصل میدان تھے، تفسیر میں انہوں نے وقت کے دو جلیل القدر مشائخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہم اللہ سے کسب فیض کیا تھا۔

حضرت درخواستی کو راضی کرنے کا یادگار واقعہ

حضرت درخواستی رحمہ اللہ کا دورہ تفسیر چل رہا تھا کسی طالب علم نے کوئی چٹ بھیجی، جس میں غالباً امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان رفیع میں سوء ادب کا پہلو نکل رہا تھا حضرت درخواستی رحمہ اللہ اس گستاخی پر سخت ناراض

ہوئے اور اعلام کر دیا کہ بس آئندہ سبق نہیں ہوگا، اعلان سنتے ہی طلبہ میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اب کیا کیا جائے؟ نہ جانے ماندن نہ پائے رفتن'' والی کیفیت ہوگئی طلبہ نے مشورہ کر کے اپنے میں سے ایک ذہین اور ہونہار ساتھی کا انتخاب کیا کہ وہ عربی میں معافی نامہ لکھ کر حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کرے، طالبعلم نے عربی میں درخواست لکھی معافی کی التجاء کی اور قرآن کریم کی آیت سے اقتباس کرتے ہوئے اختتام یوں کیا، اتهلكنا بما فعل السفهاء منا (الآیة) حضرت نے اگلے دن درس شروع کرتے ہوئے فرمایا بھائی کہتا ہے کہ سبق شروع کر دو یہ نو خیز طالبعلم وہی تھے جس کو بعد میں دنیا نے شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ کے نام پہچانا۔

کامیاب طرز تدریس

ایک مرتبہ مولانا مفتی زرولی خان صاحب مدظلہ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا، کہ اگر ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ آج بھی ''مختصر المعانی'' پڑھانا شروع کر دیں تو میں بخاری شریف کی تدریس چھوڑ کر ان کی شاگردی اختیار کرلوں گا، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا انداز تدریس نہایت آسان اور عام فہم ہوتا تھا، وہ تفسیر اور حدیث کے درس میں طویل طویل تقریروں سے احتراز کرتے تھے اپنی علمیت جتانے سے زیادہ طلبہ کی ذہنی سطح اور استعداد پیش نظر ہوتی تھی، چند سال قبل انہوں نے اپنی فرمائش پر ہدایۃ النحو اور اصول الشاشی کا دوبار درس دیا، جس کی ریکارڈنگ موجود ہے کوئی صاحب ہمت اگر ان کو مرتب کرے تو طلبہ کے لئے مفید ہوگا،

نفاذِ اسلام کے متمنی

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ اعلاء کلمۃ اللہ کا والہانہ جذبہ رکھتے تھے، اسلامی نظام کا نفاذ ان کی آرزو تھی، یہی وجہ تھا جس نے انہیں افغان طالبان کی مکمل حمایت پر آمادہ کیا اس سلسلے میں وہ ہر اس شخص یا تحریک کی حمایت کے لئے تیار ہو جاتے تھے جس میں انہیں اخلاص نظر آتا۔

اس سلسلے میں بعض حلقوں کی طرف سے ہدف تنقید بھی بننا پڑا لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی، لال مسجد کی تحریک شروع ہوئی تو وہ اس کے بھی پر جوش حامیوں میں سے تھے، اور چاہتے تھے، کہ حکومت کے ساتھ تصادم کے بغیر یہ تحریک اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

کل تک جو ذات اپنے علمی جواہر پاروں سے طلبہ کے دامنوں کو بھرتی رہی اور جو اپنی گرج دار آواز سے لوگوں کے سینوں کو گرم کرتی رہی آج وہ منوں مٹی کے نیچے محو خواب ہے۔